انتخاب

(۱)

شیخ محمد عبدہ کی اصلاحی تحریک

(اس عنوان کے تحت ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے مجلہ علوم اسلامیہ کے جون ۱۹۶۲ء کے شمارے میں محمودالحق صاحب ریسرچ اسسٹنٹ ادارہ علوم اسلامیہ کا ایک مضمون چھپا ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباسات اسی سے لئے گئے ہیں۔

مدیر)

اگرچہ محمد عبدہ کے نزدیک مسلمانوں کو پستی سے باہر نکالنے کا واحد علاج یہ تھا کہ مسلمان قرون اولی کے اسلام کی طرف لوٹ جائیں جسے وہ حقیقی اسلام کہتے تھے مگر اس میں تنگ نظاری اور کٹر پسندی کو دخل نہیں تھا۔ ان کا حقیقی اسلام نہ صرف جدید تقاضوں کا منافی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے ہم آہنگ ہے۔ جیسا کہ Adams کا خیال ہے۔ محمد عبدہ ایک طرف دین کی اصلاح کرنا چاہتے تھے تو دوسری طرف وہ چاہتے تھے کہ عوام کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اس خالص دین کو خلوص قلب اور پر جوش طریقے پر مانیں اور عمل کریں۔ درحقیقت وہ اسلام میں ایک نئی روح پھونکنا چاہتے تھے۔ تاکہ اس کی طاقت سے مسلم عوام کو پس ماندگی اور زبوں حالی کی سطح سے اوپر اٹھایا جائے۔ شیخ محمد عبدہ کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کے ساتھ جو وابستگی اور عقیدت ہے، اسے اصلاحی مقصد کے لئے

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

استعمال کرنا چاہئے اس لئے کہ مذہب ان کے خیال میں موثر ترین ذریعہ ہے ۔ ادب و حکمت کے ذریعہ یہ کام انجام نہیں دیا جا سکتا ۔ اس لئے عملی صورت یہی ہے کہ مذہبی بنیادوں پر اصلاح کی عمارت تعمیر کی جائے ۔

وہ مجرد بحثوں میں پڑنے سے گریز کرتے تھے اور ہمیشہ ان مسائل سے بحث کرتے تھے جن کا تعلق لوگوں کے اعمال و افکار سے ہوتا ۔ وہ علما سے اس لئے شاکی تھے کہ ان کی علمی سرگرمیوں کا تعلق لوگوں کی زندگیوں سے بالکل نہیں ہے ۔ انہوں نے یہ بات بار بار کہی کہ وہ مباحث جن پر علمائے ازہر کی ساری زندگیاں وقف ہیں اگر ان سے عوام کو اپنی حالت بہتر بنانے میں مدد نہیں ملتی تو ایسے علمی مشاغل کی قیمت ایک لمحہ کے برابر بھی نہیں ہے : انہوں نے کہا کہ " علم " کی تعریف ہی یہ ہے کہ یہ انسان کو عمل کی جانب راغب کرتا ہے ، اگر " علم " سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو وہ علم نہیں کوئی اور شے ہے ۔

ان کی تفسیر پر بحث کرتے ہوئے عثمان امین نے صحیح کہا ہے کہ محمد عبدہ کی تفسیر کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مسلم معاشرے کی اصلاح کے سلسلے میں ایک فعال وسیلہ ہے ، روح اخلاق سے بھر پور ہے اور اس کے ساتھ ساتھ زمانے کے مذاق اور اس کے تقاضوں کے عین مطابق ہے ۔ خود شیخ محمد عبدہ نے اپنی تفسیر کا مقصد اس مختصر فقرے میں ادا کر دیا ہے ۔ قرآن کو اس طرح سمجھنا کہ یہ بمنزلہ دین کے ہے جو لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے...ان کی تفسیر کی اصل قدر و قیمت یہ ہے کہ یہ قرآن میں علمی مسائل کا حل ڈھونڈنے کی بجائے کہیں زیادہ لوگوں کے جذبات کو ابھارتی ہے اور ان کے شعور کو بیدار کرتی ہے ۔

وہ مسائل جن کا تعلق الہیات سے ہے ، محمد عبدہ کے نزدیک محض اخلاقی اہمیت رکھتے ہیں ۔ اس سلسلے میں عقیدہ جبر و اختیار کا مسئلہ اسلام کی تاریخ کا ایک الجھا ہوا باب ہے اور شدید اختلافات کا باعث رہا ہے ۔ ان اختلافات نے مسلمانوں کو دو فرقوں میں منقسم کر دیا جو " جبریہ " اور " قدریہ " کہلائے ۔ شیخ محمد عبدہ کو اس مسئلے سے اسی حد تک دلچسپی ہے

جہاں تک کہ اس کا تعلق لوگوں کے اخلاق سے ہے ۔ انہوں نے اس اعتراض کی (جو عموماً مسیحیوں کی جانب سے کیا جاتا تھا) پر زور مذمت کی کہ اسلام کے عقیدہ '' القضاء والقدر '' سے نفی عمل کا کوئی پہلو نکلتا ہے اور یہ کہ یہ عقیدہ مسلمانوں کے انحطاط کا باعث ہے ۔ انہوں نے مزید کہا کہ قضا و قدر سے مراد مشیت الٰہی ہے ' جس کے مطابق انسان اپنے افعال کو ارادہ خداوندی کی بجا آوری کا آلہ سمجھتا ہے ۔ یہ خیال شیخ محمد عبدہ کے یہاں متعدد جگہ ملتا ہے ، کہ اگر عقیدہ قضا و قدر کو صحیح طور پر سمجھا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ یہ عقیدہ انسان کی انتہائی سعی و عمل کا مقتضی ہے ، انہوں نے کہا کہ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ تاریخ میں جو زبردست ہستیاں گزری ہیں اور جنہوں نے دنیا میں انتہائی حیرت انگیز کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں وہ سب اس عقیدہ قضا و قدر کے قائل تھے اور اسی عقیدہ نے انہیں ناقابل تسخیر قوت اور توانائی عطا کی ۔

عقیدہ جبر و اختیار کی طرح مسئلہ ''حسن و قبح'' بھی تاریخ اسلام کا ایک نازک مسئلہ ہے ...... یہاں بھی انہیں اس مسئلے سے اسی حد تک دلچسپی ہے ' جس حد تک کہ اس مسئلے کا تعلق انسانی اخلاق سے ہے ۔ ان کے خیال میں ہر انسان کے اندر اشیا کے خیر و شر کی تمیز کی صلاحیت فطرت سے ودیعت کی گئی ہے ۔ مثلاً ''حسن'' کا احساس مسرت اور حیرت کے جذبات پیدا کرتا ہے جب کہ '' قبح '' سے نفرت یا خوف کے جذبات پیدا ہوتے ہیں ' لیکن جس طرح انسان محسوسات میں خیر و شر کی تمیز کر سکتا ہے اسی طرح معقولات میں بھی خیر و شر کی صلاحیت ادراک انسانی میں موجود ہے ۔

......اشاعرہ کا مسلک یہ ہے کہ کوئی شے بنفسہ ''حسن'' یا ''قبیح'' نہیں ہے اور نہ اشیا کی اپنی خواص و تاثیر ہیں ۔ ''حسن'' وہ ہے جسے شارع نے ''حسن'' کہا ہے ۔ اور ''قبیح'' وہ ہے ' جسے شارع نے ''قبیح'' کہا ہے ۔ اس کے بر عکس معتزلہ کا خیال یہ ہے کہ ہر شے پہلے سے ''حسن'' یا ''قبیح'' ہے اور یہ غلط ہے کہ شارع جس چیز کو ''حسن'' کہ دیتا ہے ' ''حسن''

ہو جاتی ہے اور جس چیز کو ''قبیح'' کہہ دیتا ہے ' ''قبیح'' ہو جاتی ہے - بلکہ شارع اسی چیز کو ''حسن'' کہتا ہے ، جو فی نفسہ ''حسن'' تھی اور اس چیز کو ''قبیح'' کہتا ہے ، جو پہلے سے ''قبیح'' تھی ظاہر ہے کہ اشاعرہ کا مسلک عقیدہ جبر سے بہت قریب ہے اگرچہ انہوں نے ''کسب'' کے نام پر ''جبر'' اور ''اختیار'' کے بیچ میں ایک تیسری راہ نکالنے کی کوشش کی - لیکن ان کی یہ کوشش لفظی موشگافیوں سے آگے نہ بڑھ سکی - شیخ محمد عبدہ جو اصلاحی تحریک کے علم بردار ہیں ، اشاعرہ کے اس منفی مسلک کے قبول کرنے سے قاصر ہیں - وہ نیم فلسفیانہ معتزلی نقطہ نظر کو اپناتے ہیں اور اور فارابی (۹۵۰ء) وابن رشد (۱۱۹۸ء) جیسے جلیل القدر فلاسفر کی رہنمائی قبول کرتے ہیں - یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ خیر و شر اور نیک و بد کی تمیز کی صلاحیت انسان کے اندر فطرتاً موجود ہے - اس کے لئے کسی شریعت یا عرف کی ضرورت نہیں ہے- شیخ محمد عبدہ نے یہ بات صراحتاً کہی کہ خیر و شر میں تمیز کی صلاحیت ادراک انسانی میں فطرتاً موجود ہے ، جس کی بنیاد پر وہ خود اعمال و افکار یا ان اعمال و افکار کے نتائج کے بارے میں '' حسن '' یا ''قبیح'' ہونے کا فیصلہ صادر کرتا ہے - اس سلسلے میں وہ ایک اہم اور معنی خیز بات کہتے ہیں ، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اشیا کا حسن و قبح مستقل بالذات ہے اور شریعت کا کام یہ ہے کہ وہ امر حقیقت کو واضح کرتی ہے نہ کہ وہ ''حسن'' کو پیدا کرتی ہے - ... (لیکن) وہ ایک سچے مسلمان کی طرح تنہا عقل کی رہنمائی کو کافی نہیں سمجھتے اور انبیاء کی ہدایات کو لازمی سمجھتے ہیں - ان کے نزدیک انسانی کردار کی تشکیل میں مذہب فیصلہ کن عوامل کی حیثیت رکھتا ہے -

مسلم معاشرے کی اصلاح کے سلسلے میں شیخ محمد عبدہ نے جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا وہ ہے عقلیت پسندی - در اصل یہ ان کی تحریک کا اساسی پہلو ہے - وہ کورانہ تقلید کو مسلمانوں کے جمود و تعطل کا بنیادی سبب سمجھتے تھے - ان کا خیال تھا کہ تقلید اور روایت پسندی ایک بیمار معاشرے کی علامتیں ہیں ' جن سے شفایاب ہوئے بغیر ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل ناممکن ہے ...... انہوں نے کہا غور و فکر ہر ذی عقل انسان پر

لازم ھیں - ان سے کسی کو مفر نہیں - اس ذی عقل کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے ارد گرد جو دنیا ہے، اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کرے - موجودات و اشیا کی تحقیق و تفتیش کرے اور اس سلسلے میں اسے جو خصوصی وسائل حاصل ہوں ، انہیں استعمال کر کے اپنے موقف کو یقینی براھین پر قائم کرے اور صحیح استدلال سے کام لے......

جہاں تک اسلاف کی آرا کا تعلق ہے آن کی بابت وہ لکھتے ھیں کہ حرف آخر ھونے کا حق نہ تو فرسودہ نصوص کو حاصل ہے نہ پرانے اختیارات کو جو اب مٹ چکے ھیں - اصل چیز زندگی اور اس کی ضروریات ھیں — چنانچہ رسالہ ''التوحید'' میں اسلاف پرستی کا بطلان کرتے ہوئے انہوں نے لکھا : خدا کے عطیوں میں تمام نسلیں اگلی اور پچھلی برابر کی شریک ھیں - جہاں تک زمانے کے اعتبار سے سبقت کا سوال ہے تو یہ نہ تو علم کا ثبوت ہے اور نہ عقل و فکر کی برتری کا - بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نئی نسلوں کو سابقہ نسلوں پر فوقیت حاصل ہے اس لئے کہ معلومات کے جو ذرائع اب ھمیں حاصل ھیں ، ھمارے اسلاف ان سے محروم تھے -

عقلیت پسندی کے اس جذبے کے تحت محمد عبدہ نے اپنے معاشرے کے جملہ نقائص پر سخت محاسبہ کیا - انہوں نے اپنے زمانے کے جھوٹے فقہا علما اور صوفیا کو بے نقاب کیا - اور بھولے بھالے عوام کو ان کے چنگل سے نکالنے کی پوری کوشش کی ...... طبقہ علما کے ذھنی افلاس کا تذکرہ کرتے ھوئے انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کے اذھان تحقیق و تمحیص کی روح سے خالی ھیں - اور ان پر ھر طرح کے اوھام اور خرافات کا غلبہ ہے - یہ وہ لوگ ھیں جو عام مسلمانوں کے دماغوں میں تقلید کا زھر گھولتے ھیں - ان علما کا علمی سرمایہ اصل متون کی جگہ شروح و حواشی تک محدود ہے اور ایسا معلوم ھوتا ہے کہ یہ لوگ نہ صرف یہ کہ اس زمانے کے نہیں ھیں بلکہ اس دنیا کے رھنے والے ھی نہیں ھیں ......

علما و فقہا کی طرح شیخ محمد عبدہ نے اپنے زمانے کے صوفیوں کی بھی خبر لی - اگرچہ وہ خود ابتدائی دور میں صوفی تھے اور تاریخ اسلام میں

صوفیوں کے رول کی تعریف کرتے تھے لیکن ان کے زمانے میں دنیائے اسلام میں نام نہاد صوفیوں کا جو کردار تھا ، اس سے بہت نالاں تھے - انہوں نے کہا کہ ان صوفیوں نے مذہب کو حصول رزق کا ذریعہ بنالیا ہے - یہ لوگ عوام میں بے عملی اور قنوطیت کی تلقین کرتے ہیں - بھولے بھالے عوام بہت جلد ان کے فریب اور شعبدوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور انہیں اپنا حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرنے لگتے ہیں -

شیخ محمد عبدہ کے نزدیک ان سارے مفاسد اور برائیوں کا صرف ایک علاج ہے ' یعنی یہ کہ مسلمان قرون اولی کی طرف واپس جائیں - انہیں جو اسلام ترکے میں ملا تھا ' وہ صدیوں کے رطب و یابس کے جمع ہو جانے کی وجہ سے اس قدر وسیع اور پر پیچ ہو چکا تھا کہ اس پر نظر ثانی کی ضرورت تھی - چنانچہ ان کی کوشش تھی - کہ اقل قلیل عقائد واضح کئے جائیں جن کے بغیر اسلام اسلام نہیں رهتا - انہیں ایسے بنیادی اسلامی عقائد کی ضرورت تھی جو پائیدار ہوں اور محض مقامی و عارضی خصوصیات نہ رکھتے ہوں - اس نقطہ نظر سے وہ شریعت اسلامی میں ترمیم کے قائل تھے - چنانچہ ایک برطانوی پادری کے جواب میں شیخ محمد عبدہ نے کہا کہ اگر اسلام کو اس کی سادہ ترین اور ابتدائی شکل میں لوٹایا جائے تو اسلام تمام بنی نوع انسان کے لئے قابل قبول ثابت ہو جائے گا - اور اس وقت یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ طلاق ، تعدد ازواج ، غلامی اور اس قسم کے دیگر مسائل کے متعلق موجودہ اسلامی ضوابط اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل نہیں ہیں ، بلکہ یہ وہ مسائل ہیں جن میں ضرورت پڑنے پر حالات کے تحت ضروری ترمیم کی جا سکتی ہے (۱) - ان کے نزدیک چوں کہ شریعت کی اساس محبت ' انصاف اور مصلحت عامہ پر ہے ' اس لئے شریعت میں مسلسل تغیر کی ضرورت ہے -

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ہمیشہ مصلحت عامہ کے مطابق فیصلے صادر کرتے تھے اور بعض دفعہ انہیں سنت نبوی کی خلاف ورزی بھی کرنی پڑتی

(۱) ...... ان امثال ہذہ المسائل [کا اطلاق و تعددالزوجات والرق] لایعدها المسلمون من اصول الدین - تاریخ ۲ : ۵۷۴

تھی ...... انہوں نے کہا کہ قوانین انسانی مصلحت کے لئے بنائے جاتے ہیں اور مصلحت زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے ۔ (۲) اس مقصد کے کے تحت شیخ محمد عبدہ قرآن و حدیث کے نصوص کی خلاف ورزی کو بھی جائز سمجھتے تھے (۳) ۔ ان کے نزدیک شریعت کی تفصیلات کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ اصل چیز اس کی روح ہے ۔ (۴) انہوں نے کہا ''حاجت'' بمنزلہ ضرورت'' کے ہے اور ضرورت ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہے اور کسی چیز کی ''حاجت'' یا ''ضرورت'' اسے متفق علیہ بنا دیتی ہے (۵)

اس زاویہ نظر سے شیخ محمد عبدہ نے زندگی سے متعلق چند اہم شرعی مسائل کی جدید تشریح کی ۔ انہوں نے سیونگ بینک کے سود کی اباحت کا فتویٰ دیا ۔ تصویر کشی اور مجسمہ سازی کو جائز ٹھہرایا جہاں تک موخر الذکر مسئلہ کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ احادیث صحیحہ میں ان کی ممانعت کا حکم صراحتاً موجود ہے ۔ مثلاً ایک حدیث ہے : '' ان اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ المصورون '' (قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب کے مستحق مصورین ہوں گے) ۔ محمد عبدہ ان احادیث کی صحت سے انکار نہیں کرتے ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب بت پرستی تھی اب اس طرح کی کوئی مصلحت در پیش نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ تصویر کشی کے فوائد مسلم ہو چکے ہیں لہذا عارضہ کے زائل ہونے اور فائدہ کے ظاہر ہونے کے بعد حکم کا ممانعت زائل ہو جاتا ہے ۔ ایسی حالت میں ذی روح اور غیر ذی روح اشیا کی تصویر کشی میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تصویر کشی ممنوع ہے اس لئے کہ اس سے بت پرستی کے پیدا ہونے کا امکان ہے ، اس کے جواب میں محمد عبدہ نے

---

(۲) رسالہ المنار ۲ : ۸۵۹ - ان الاحکام العملیہ تشرع لمصلحۃ البشر والمصلحۃ تختلف باختلاف الزمان ' تفسیر المنار ۲ : ۱۳۸

(۳) ''ان الشریعۃ الاسلامیۃ بما تقری فیھا من قاعدتی الاجتھاد و رعایۃ الاصلح ' کانت من الشرائع التی توافق کل زمان ومکان و تجیز لکل ضرورۃ حکما یوافق مقتضی المصلحۃ والحال وان خالف النص ... : المنار ۱۳ : ۲۱

(۴) رشید رضا : تاریخ ۲ : ۹۴۸

(۵) دیکھئے تفسیر المنار وغیرہ

کہا ہے کہ یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ چونکہ زبان سے جھوٹ کے سر زد ہونے کا امکان ہے ، اس لئے اسے باندھ دینا چاہیئے - دراں حالیکہ انسان کی زبان سچ بولنے پر اسی طرح قادر ہے جس طرح جھوٹ بولنے پر - انہوں نے مزید کہا کہ یہ اسلامی شریعت کی روح کے خلاف ہے کہ وہ تصویر کشی اور مجسمہ سازی کو ممنوع قرار دے جب یہ علم حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے -

اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں شیخ محمد عبدہ کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے جنسی مساوات کی طرف توجہ کی ...... انہوں نے تعدد ازواج کے خلاف آواز اٹھائی جسے وہ غیر انسانی اور بہیمانہ سمجھتے تھے - ان کے نزدیک اسلام یک زوجگی کو مثالی نکاح سمجھتا ہے انہوں نے قرآنی آیت ۳ : ۴ '' فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ '' کو بنیاد بناتے ہوئے کہا کہ تعدد ازواج کے سلسلے میں عدل کی شرط ایک ایسی شرط ہے ، جس کا پورا کرنا تقریباً ناممکن ہے - انہوں نے مزید کہا کہ اوائل اسلام میں تعدد ازواج کی جو اجازت تھی ، تو اس کے کئی فوائد تھے - سب سے بڑا فائدہ تھا کہ قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے معاشرے کی شیرازہ بندی میں مدد ملتی تھی - اس کے علاوہ اس ادارے کی وجہ سے معاشرے میں کسی قسم کی برائی نہیں پیدا ہوتی تھی کیونکہ دین لوگوں کے دلوں پر متمکن تھا - لیکن اب یہ صورت حال نہیں ہے - اس زمانے میں تعدد ازواج کی برائیاں پوری طرح نمایاں ہو گئی ہیں اور یہ معاشرتی زندگی کی تباہی کا باعث ہے - ایسی حالت میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اس مسئلے پر نظر ثانی کی جائے ...... شیخ محمد عبدہ کے ان افکار نے مصر میں تحریک نسواں کے نشو و ارتقا کے لئے زمین ہموار کی - اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصر میں تحریک نسواں کے سب سے بڑے علم بردار قاسم امین (۱۸۶۵ء—۱۹۰۸ء) محمد عبدہ کے شاگرد تھے -

...... ان کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مسلم معاشرے میں لبرل اور اصلاحی رجحانات کو پروان چڑھایا ، جو نتیجہ کے اعتبار سے معاشرے کو روایت پرستی کی گرفت سے نکالنے کی جانب ایک ضروری قدم تھا - اس کے

علاوہ انہوں نے مسلم معاشرے میں ازمنہ وسطی کی فرسودہ قدروں کی جگہ انسان دوستی (Humanism) کی روایات کو فروغ دینے کی کوشش کی اور لوگوں کو عقل پر اعتماد کرنا سکھایا ۔ آن کی تعلیمات کے زیر اثر مصر میں تاریخی شعور کو پنپنے کا موقع ملا ۔ اس کے علاوہ مسلم دانشوروں کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہوا ، جس نے شیخ محمد عبدہ کی اصلاحی تحریک کو آگے بڑھایا ......

مختصر یہ کہ شیخ محمد عبدہ کو ساری عمر جہاد کرنا پڑا ۔ جب وہ بستر مرگ پر تھے تو انہوں نے ان عاقبت نا اندیش علماء کے خلاف اپنے خدشات کا ان الفاظ میں اظہار کیا

ولست ابالی ان یقال محمد — ابل ام اکتظت علیه الماتم

ولکنه دین اردت صلاحه — آحاذر ان تقضی علیه العمائم (٦)

(٦) مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ یہ کہا جائے کہ محمد (محمد عبدہ) صحت یاب ہو گئے یا اس پر ماتم کرنے والے جمع ہوگئے میری کوشش تو یہ تھی کہ میں دین کی اصلاح کروں اور میں ڈرتا تھا کہ یہ عمامے (والے) اس کا خاتمہ کر دیں گے ۔

(اردو ترجمہ از ادارہ فکر و نظر)